

الْعِجَاجَةُ الزَّرْنَبِيَّةُ فِي السُّلَالَةِ الزَّيْنَبِيَّةِ

ترجمت بہ نام / فاطمی و غیر فاطمی
سید کی تحقیق

مُصَنَّف

ابوالفضل
امام جلال الدین سیوطی

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

مترجم

محمد فیض احمد اویسی رضوی



Visit Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ، وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اباعد! فقیر انگلیڈ جیسے ملک کے لئے جانے کے قابل نہ تھا لیکن دانہ پانی جو لکھا تھا مجبوراً جانا پڑا۔ الحاج محمد انصار اللہ صدیقی صاحب مدظلہ کے بار بار اصرار و تقاضے ہوئے بلکہ ویزا بھی بھجوا دیا پھر خود فقیر کو مدینہ طیبہ سے آکر لے گئے۔ حضرت الحاج پیر طریقت علامہ سید محمد معروف شاہ صاحب مدظلہ کی شفقتوں نے لندن سے بریڈ فورڈ اقامت کا انتظام فرمایا (اسکی مفصل داستان فقیر کے سفر نامہ، "انگلینڈ و حجاز" میں پڑھیے) چونکہ آپ سید غیر فاطمی از اولاد سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ ہیں، اس لئے آپ نے فقیر کو امام سیوطی رحمہ اللہ علیہ کے رسالہ "اَلْعَبَاجَةُ الزَّرْبِيَّةُ" کے ترجمہ کا حکم فرمایا۔ فقیر نے ترجمہ ایک دن میں مکمل کر لیا۔ میرا خیال تھا کہ موصوف اسے شائع فرمائینگے لیکن یہ صرف میرا خیال تھا۔ فقیر نے ترجمہ محفوظ رکھا۔ الحمد للہ "درشتہ آید بکار" کا مقولہ صحیح ہوا کہ عزیزان گرامی الحاج محمد اویس رضا قادری صاحب اس کی اشاعت فرما رہے ہیں۔ اصلی موضوع سے پہلے سیدہ زینب کا تعارف ضروری ہے۔ اس سے قبل کہ سیدہ زینب سیدہ فاطمہ کا تعارف کروں چند ان بیبیوں کا تعارف لکھوں تاکہ قارئین کو التباس نہ ہو۔

یاد رہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں زینب نامی مُتَعَدِّد خواتین تھیں ان میں ایک آپ ﷺ کی صاحبزادی بھی تھیں ان کا تعارف ملاحظہ ہو۔

سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا: حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں میں بقول اکثر علماء سب سے بڑی دختر (بیٹی) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور یہی صحیح ہے، صاحب مواہب نے کہا کہ مگر کسائی کے نزدیک۔ ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اور کہا کہ اختلاف ان میں اور حضرت قاسم میں ہے کہ کون پہلے پیدا ہوا۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی دختر کی ولادت ۳۰ میں (جو کہ واقعہ فیل سے بھی ہے) پیدا ہوئیں اور اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی۔ اور ان کا نکاح، ان کی خالہ کے فرزند کے ساتھ کیا گیا تھا جن کا نام ابو العاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف ہے۔ اور ابو العاص کی ماں ہند بنت خویلد، سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی بہن ایک ماں باپ سے تھی۔ اور ابو العاص مشہور اپنی کنیت کے ساتھ ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ لفظ ہے یا قاسم یا قاسم یا یاسر۔ اور ابن عبد البر نے کہا کہ اکثر کے نزدیک قول اول درست ہے یعنی لفظ نام ہے۔ ابو العاص کے اسلام لانے سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی اور ان کو شرک میں مبتلا چھوڑ دیا اور ابو العاص مکہ اور مدینہ کے درمیان اسلام لائے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی نکاح میں سیدہ زینب کو ان کے سپرد فرما دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نکاح جدید (نکاح) کے ساتھ سپرد کیا۔ اس کا مجمل (مختصر) قصہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو العاص بدر کے قیدیوں میں داخل تھے۔ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی آزادی کے لئے فدیہ بھیجا تو سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا جسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عقد کے وقت سیدہ زینب کے جہیز میں دیا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اس ہار کو ملاحظہ فرمایا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صحبت کا زمانہ یاد آگیا اور سخت رقت طاری ہو گئی۔ صحابہ سے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ رہا کرو تم اسیر زینب (حضرت زینب کے قیدی) کو اور لوٹا دو تم فدیہ کے مال کو تم جانو تو ایسا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایسا ہی کریں گے جس میں آپ ﷺ کی مرضی مبارک ہوگی اور حضور اکرم ﷺ نے ابو العاص سے عہد لیا کہ سیدہ زینب کو حضور اکرم ﷺ کی طرف بھیج دیں گے۔ ابو العاص نے اسے مان لیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک اور انصاری شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ سیدہ زینب کو لے آئیں اور فرمایا: مکہ کے اندر نہ

جانا بلکہ وادی نالج کے بطن میں ٹھہرنا، یہ ایک موضع (جگہ) کا نام ہے جو مکہ کے باہر ہے مسجد عائشہ کے سامنے ہے جہاں انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے حوالے کر دیں۔ تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آجانا۔ اس واقعہ کے ڈھائی سال بعد ابو العاص ایک تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر آئے۔ ان کے ساتھ مکہ والوں کا مال تجارت تھا۔ اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب، اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے جب انہوں نے قافلہ پر قابو پالیا تو فیصلہ کیا کہ ابو العاص کے مال پر قبضہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ یہ خبر جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی مسلمان کو کسی کو عہد و امان میں لینے کا حق نہیں ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں ہے۔ سیدہ زینب نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ گواہ رہیں کہ میں نے ابو العاص کو امان دیدی ہے۔" جب صحابہ کرام اس صورت حال سے باخبر ہوئے تو ابو العاص اور ان کے مال سے دستِ تعرض کھینچ لیا (یعنی ان کے مال میں جھپڑ چھاڑ نہ کی)۔ اور ابو العاص سے کہنے لگے تم مسلمان ہو جاؤ تا کہ مشرکوں کا یہ تمام مال تمہارے لئے غنیمت ہو جائے۔ ابو العاص نے کہا میں شرم کرتا ہوں کہ اپنے دین کو اس ناپاک مال سے پلید کروں۔ اس کے بعد وہ مکہ چلے گئے اور اس مال کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دیا۔ اور فرمایا: اے مکہ والو! آیا میں نے تمہیں تمہارا مال پہنچا دیا تم مجھے اس سے بری الذمہ قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر ابو العاص نے فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔

ایک مرتبہ ابو جہل کی بیٹی آئی جو بہت حسین و جمیل تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے چاہا کہ اس سے نکاح فرمائیں۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو حضور اکرم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوا۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔ اس میں حضرت ابو العاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا۔ "اگر علی مرتضیٰ، ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی بیٹی کو اور اپنے دشمن کی بیٹی کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں چاہتا۔ جب امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حاضر ہو کر معذرت خواہی کرنے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! نہ میں نے یہ چاہا ہے اور نہ اس سے اس بارے میں کوئی بات کی ہے لوگ ایسا چاہتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور فاطمہ الزہرا امیرا جگر گوشہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے ساتھ میری محبت میں کوئی خلل واقع ہو۔" (1)

اولاد: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو العاص سے ایک فرزند تھا جس کا نام علی تھا اور ایک دختر تھی جس کا نام امامہ تھا۔ یہ علی ابن ابی العاص، حد بلوغ کے قریب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے روز فتح مکہ اپنی سواری پر ان کو اپنا ردیف بنایا تھا۔ اور امامہ سے بہت پیار فرماتے تھے جیسا کہ پایہ

(1) (صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاہ وسیفہ وقدحہ وخاتمہ، 1132/3، الحدیث 2943، دار ابن کثیر، سنة النشر: 1414ھ/1993م)

(مسند الإمام أحمد، أول مسند الکوفیین، حدیث المسور بن مخرمة الزہری ومروان بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، 326/4، الحدیث 18432، دار إحياء التراث العربی، سنة النشر: 1414ھ/1993م)

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة بنت النبی علیہا الصلاۃ والسلام، 1903/4، الحدیث 2449، دار إحياء الكتب العربیة)

ثبوت کو پہنچا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور امامہ کو اپنے دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے۔ جب رکوع میں جاتے تو اسے زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو اسے اٹھا کر دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے۔

شارحین حدیث اس جگہ کلام کرتے ہیں کہ یہ اٹھانا اور زمین پر اتارنا فعل کثیر تھا حضور اکرم ﷺ نے اسے کیسے جائز رکھا۔ جواب میں فرماتے ہیں کہ امامہ خود آکر بیٹھتیں اور خود ہی اتر جاتی تھیں اور یہ حضور اکرم ﷺ کا فعل واختیار نہ تھا۔

نکاح امامہ: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی رحلت (وفات) کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے بموجب (مطابق) امامہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت علی مرتضیٰ کے فرزند "محمد اوسط" پیدا ہوئے۔ اور محمد اکبر اور محمد اصغر بھی اولاد علی مرتضیٰ میں سے ہیں اور محمد اکبر محمد بن حنفیہ ہیں اور محمد اصغر، ان کی والدہ، ام ولد ہیں جو کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

وفات: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں ۸ھ میں واقع ہوئی اور سودہ بنت زمعہ، ام سلمہ اور ام ایمن اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ یا تو مراد سیدہ زینب زوجہ ابو العاص رضی اللہ عنہا ہیں۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ کہا جس وقت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو حضور اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: ان کو غسل دو (حدیث) یا اس سے مراد، سیدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ ابن ماجہ میں باسناد بر شرط شیخین (امام بخاری و مسلم) مروی ہے (واللہ اعلم)

متفق علیہ حدیث (بخاری و مسلم دونوں) میں آیا ہے کہ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو۔ یا اس سے زیادہ۔ ایک روایت میں سات مرتبہ آیا ہے۔ اس سے مقصود، اختیار دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر تین مرتبہ سے نفاذت و پاکیزگی حاصل ہو جائے تو یہی مشروع ہے ورنہ اس سے زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک کہ نفاذت حاصل ہو جائے۔ واجب ایک مرتبہ ہے۔ اور روایت جو یہ ہے کہ "یا اس سے زیادہ" اسی معنی کی تائید میں ہے۔ مگر یہ کہ کسی خاص رعایت کی طرف اشارہ ہو۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خالص پانی اور بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دو اور آخری مرتبہ کا فوراً ملو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب غسل سے فراغت پاؤ تو مجھے خبر دینا جب عورتیں غسل سے فارغ ہوئیں تو آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ اس پر آپ نے تہبند بھیجا کہ اس سے کفن دو جو جسم سے پیوست ہو۔⁽²⁾

فائدہ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج النبوة میں ہے کہ اس حدیث سے صالحین کے تبرکات سے تبرک لینے کے ثبوت کا استحباب ثابت ہوا تجہیز و تکفین کے بعد نماز ہوئی اور دفن کر دیا گیا۔ خود حضور ﷺ نے انکو قبر میں لٹایا۔

نوٹ: آپ کی اولاد کا سلسلہ زیادہ دیر نہ چلا۔

⁽²⁾ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب يجعل الكافر في آخره، 424/1، الحديث 1200، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414ھ/1993م)

انتباہ: ہماری مراد رسالہ ہذا میں یہ بی بی زینب بنت رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ زینب بنت علی از سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں انکا ذکر خیر آخر میں آئیگا۔ (ان شاء اللہ)

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ بن الحارث ہلالیہ عامریہ ازواج مطہرات میں سے ہیں، زمانہ جاہلیت میں ان کو اُم المساکین کہتے تھے کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتیں اور ان پر بڑی شفقت فرماتی تھیں۔ وہ پہلے حضرت عبد اللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبد المطلب حضور اکرم ﷺ کے چچا کے بیٹے کی زوجیت میں تھیں۔ اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ پہلے طفیل بن الحارث کی بیوی تھیں، انہوں نے ان کو طلاق دیدی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجہ بنالیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن جحش اسدی نے ان کو پیام دیا۔ بعض اہل سیر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے، بہر تقدیر ہجرت کے تیسرے سال رسول اللہ ﷺ ان کو اپنے حوالہ عقد میں لائے اس کے بعد وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بہت کم مدت حیات رہیں اور حضور اکرم کی حیات ظاہرہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہا بعض اہل سیر دو ۲ مہینہ، بعض چھ مہینہ، بعض آٹھ مہینہ مدت بتاتے ہیں۔ اس کو صاحب مواہب نے فضائل کے باب میں بیان کیا ہے۔ سیدہ زینب نے ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔ بقیع میں ایک قبۃ تھا جس کو قبۃ ازواج النبی ﷺ کہا جاتا تھا (جسے ابن سعود، نجدی نے شہید کرادیا)۔



ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: آپ کا پہلا نام بڑہ تھا نبی پاک ﷺ نے یہ نام بدل کر زینب نام رکھا۔ بڑہ کی تبدیلی کی تحقیق فقیر کی "شرح بخاری" میں ملاحظہ ہو۔ بی بی زینب کی کنیت ام الحکم تھی۔ انکی والدہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب تھیں۔

نکاح بہ زید رضی اللہ عنہ: آپ پہلے حضرت زید بن حاشہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دیدی۔ واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے لئے انہیں پیغام (نکاح کا پیغام) دیا۔ زینب رضی اللہ عنہا نے قبولیت سے اعراض کیا اور رخ پھیرا۔ اس لئے کہ وہ صاحب جمال تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں زید کو پسند نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبد اللہ جحش نے بھی عدم قبولیت میں اپنی بہن کے ساتھ اتفاق کیا۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اظہار نبوت سے پہلے آزاد فرما کے فرزند کی میں قبول فرمالیا تھا اور ان پر بے اندازہ لطف و عنایت مبذول فرماتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عدم قبولیت کی گنجائش نہیں ہے۔ ماننا ہی چاہیئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس بارے میں غور و فکر کرنے کی مہلت عنایت فرمائیے۔ ایسی ہی باتیں جاری تھیں کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی کہ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا** (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

آنچه مرضی مولیٰ همان اولیٰ: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی دونوں نے کہا: ہم راضی ہیں ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے اختیار کو

درمیان میں لائیں اور معصیت کا ارتکاب کریں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیا۔ ایک سال یا کچھ زیادہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی کہ ہمارے علم قدیم میں ایسا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں داخل ہوں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان ناسازگاری پیدا ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنہا کی جانب سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت شکر رنجی (ناپاکی) شروع ہوئی، یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ تنگ آکر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ ہے کہ میں زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت مُتدخوئی (متن) سے پیش آتی ہیں اور اپنی زبان دراز کرتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو اس سے باز رکھو اور خدا سے ڈرو۔ لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے معلوم ہو گیا تھا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں گی تو خاطر مبارک نے چاہا کہ زید رضی اللہ عنہ ان کو طلاق دیدیں لیکن حیا کی بنا پر زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کا حکم انہیں نہ دیا۔ نیز اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے مُتنبئی (منہ بولے بیٹے) کی بیوی کو چاہتے ہیں کیوں کہ جاہلیت کے لوگ اس شخص کی بیوی کی جس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہو حرام جانتے تھے اور اس منہ بولے بیٹے کو صُلبی بیٹے کی مانند سمجھتے تھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں کے اندیشہ سے مراد ان کے ایمان کا خوف ہو کہ مُبادا (خدا نخواستہ) شک و تردّد ان کے ایمان میں خلل انداز ہو کر، انہیں ہلاک کر دے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زید کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے روکنے کا حکم دینے میں مقصود، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اختیار اور ان کا امتحان کرنا تھا تا کہ معلوم کریں کہ زید رضی اللہ عنہ کے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی رغبت باقی ہے یا بالکل ہی متفَرّق ہو گئے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! زینب رضی اللہ عنہا کو میں نے طلاق دیدی ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ط (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ! یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر، اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔
انتباہ: اس آیت سے عیسائیوں اور ان کے ہم نوا (ہم خیال) بعض اسلام کے مدعیوں نے کچھ غلط فہمیاں پیدا کی ہیں انکا ازالہ فقیر نے "تفسیر اویسی" میں کر دیا ہے۔ اس میں تفصیل دیکھئے۔

نکاح زینب بہ مصطفیٰ ﷺ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اور زینب رضی اللہ عنہا کو میرے لئے پیام (پیام نکاح) دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اس کام کے لئے تخصیص میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد بغیر رضامندی زید کے بر سبیل قہر و جبر واقع ہوا ہے اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ زید رضی اللہ عنہ کے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی خواہش نہیں ہے۔ اور وہ اس بات سے راضی و خوش ہیں۔ نیز حضرت زید کو فرمان خدا اور سول خدا کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور بحکم الہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو

راضی رکھنا بھی ثابت و مؤکد فرمانا مقصود تھا کیونکہ یہ محل نازک ہے۔ القصہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ارشاد کے بموجب (مطابق) سر صدق و اخلاص سے روانہ ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔ پھر میں گھر کی طرف پُشت کر کے اٹھے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: تمہیں خوشی ہو کہ رسول خدا ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کے لئے تمہیں پیام (پیغام نکاح) دوں۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کر لوں اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلے پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا بارگاہ بے نیاز میں عرض نیاز کی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے دور کعت نماز پڑھ کے سجدے میں گئیں۔ یہ مناجات کی کہ اے خدا! تیرا نبی میری خواستگاری فرماتا ہے اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے اسی وقت ان کی دعا مقبول ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ صمدیت میں خاص قرب و اختصاص حاصل تھا رضی اللہ عنہا اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكِنِّي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي زُوجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

(پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے۔

اور آپ پر آثارِ وحی ظاہر ہوئے۔ چند لحظہ (لمحہ) کے بعد مُتَحَجِّجاً ہوئے تو سرورِ عالم ﷺ نے مُتَبَسِّم ہو کر (مسکرا کر) فرمایا: کون ہے جو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ حق تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے۔ اور یہ نازل شدہ آیت تلاوت فرمائی۔ سلمیٰ جو کہ حضور ﷺ کی خادمہ تھیں دوڑیں اور سیدہ زینب کو بشارت دی اور اس خوشخبری سنانے پر وہ زیورات جو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پہنے ہوئے تھیں اتار کر سلمیٰ کو عطا فرمادیں۔ اور سجدہ شکر بجالائیں اور نذرمانی کہ دو مہینے روزہ دار رہوں گی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سیدہ زینب کے گھر تشریف لے گئے در آنحالیکہ (اس حال میں کہ) وہ سربرہنہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اور حضور اکرم ﷺ نے بے خطبہ اور بے گواہ فرمایا: " **اللَّهُ الْمَزُوجُ وَجَرِيلُ الشَّاهِدُ**" (۳) یعنی اللہ نکاح کرنے والا ہے اور جبریل گواہ ہیں۔

اس کے بعد ولیمہ کا کھانا تیار کیا اور لوگوں کو نان گوشت سے سیر فرمایا۔ اس طرح کسی بی بی کے لئے نہ کیا۔ اور آپ کے طعام میں کئی معجزے ظاہر ہوئے۔ اور نکاح زینب رضی اللہ عنہا میں لوگوں کو جاہلیت کی عادت سے نکالا اور خاص شریعت وضع فرمائی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

لَكِنِّي لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي زُوجِ أَدْعِيَائِهِمْ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷)

ترجمہ: کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں۔

(۳) (المعجم الكبير للطبراني، زينب بنت جحش بن رباب الأسدية زوج النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنها، ذكر تزويج النبي صلى الله عليه وسلم زينب، وذكر سنه، ووفاتها، ومن أخبارها، 39/24، الحديث 109، مكتبة ابن تيمية - القاهرة، الطبعة: الثانية)

اور حجاب یعنی پردے کی مشروعیت بھی اسی قصہ میں وارد ہوئی۔ یہ قصہ اسی طریقہ پر جو کہ مذکور ہوا محققین اہل سیر کے نزدیک معتبر و ثابت ہے۔

ازالہ وہم: بعض اہل سیر و اہل تفسیر و تاریخ یہ قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں جو نہ واقع کے مطابق ہے اور نہ حضور اکرم ﷺ کی شانِ عالی کے مناسب ہے محققین اس کو مفسرین کی زلات یعنی غلطیوں میں شمار کرتے ہیں۔ یہ قصہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ کہ زلیخا کے ساتھ خلوت میں گئے اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا اور یاکے ساتھ کا قصہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم ہونے کا قصہ، یہ تمام قصے محققین کے نزدیک متروک و محظور اور طریقہ صدق و سداد اور ادب سے دور ہیں۔ (مدارج النبوة، تفصیل دیکھئے تفسیر اویسی، پ ۲۲)

فضائل: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل بہت ہیں، اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی سخت بات حضور اکرم ﷺ سے کہی تھی۔ دُرشت (سخت) کلامی کی اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کس طرح بات کرتی ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! کچھ نہ کہو۔ کیوں کہ یہ **اَوَاہ** یعنی بہت خشیت رکھنے والی ہیں۔ ایک مرد موجود تھا اس نے پوچھا "اَوَاہ کیا ہے؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: **الخاشع فی الدعاء والتضرع الی اللہ** (4) یعنی دعائیں خشوع اور خدا کے حضور گڑ گڑانا ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: **إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ** (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۳)

ترجمہ: بیشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔

گویا حضور اکرم ﷺ نے ان کو اس صفت میں مرتبہ خلیل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

فائدہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی، رحمی رشتہ داروں کو زیادہ ملانے والی اور اپنے نفس کو ہر عبادت و تقرب کے کام میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔ (5)

خصوصیات: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے میرے بارے میں فرمایا کہ مجھے چند فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی اور زوجہ میں نہیں ہیں ایک یہ کہ میرے جد (دادا) اور تمہارے جد ایک ہیں، دوسرے میرا نکاح آسمان میں ہوا، تیسرے یہ کہ اس قصہ میں جبریل سفیر و گو اہتھے۔ (6)

علم غیب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا: **أطولكن يدا أسرعن لحوقا بي** (7) یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ مجھ سے ملنے میں تم سب سے پہلے سبقت کرنے والی ہے۔

(4) (مدارج النبوة مترجم، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواجِ مطہرات وی، 554/2، شبیر برادرز، اردو بازار، زبیدہ سینئر، لاہور)

(5) (مدارج النبوة مترجم، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواجِ مطہرات وی، 554/2، شبیر برادرز، اردو بازار، زبیدہ سینئر، لاہور)

(6) (مدارج النبوة مترجم، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواجِ مطہرات وی، 554/2، شبیر برادرز، اردو بازار، زبیدہ سینئر، لاہور)

(7) المستدرک علی الصحیحین میں یہ حدیث ان الفاظوں کے ساتھ ہے۔ "أسرعن لحوقا بي أطولكن يدا"

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، كانت زينب أول لحوقا بالنبي، 32/5، الحديث 6850، دار المعرفة، سنة النشر: 1418ھ/1998م)

(مدارج النبوة مترجم، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواجِ مطہرات وی، 554/2، شبیر برادرز، اردو بازار، زبیدہ سینئر، لاہور)

مطلب یہ کہ اس دنیا سے میرے جانے کے بعد تم سب سے پہلے وہ (بے ہاتھ والی) وفات پائیگی۔ اس کے بعد ازواجِ مطہرات نے بانس کا ٹکڑا لے کر اپنے اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا تاکہ جانیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ دراز ہیں۔ انہوں نے جانا کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زیادہ دراز ہیں۔ اور جب حضور اکرم ﷺ کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو انہوں نے جانا کہ درازی سے مراد، صدقہ و خیرات کی کثرت تھی۔ اس لئے کہ سیدہ زینب اپنے ہاتھ سے دستکاری کرتیں اور صدقہ دیتی تھیں۔

وفات: مروی ہے کہ ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو فرمایا:

ذهب حميدة مفيدة فقيده مفزع اليتامى والارامل (8)

یعنی پسندیدہ خصلت والی، فائدہ دینے والی، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی، دنیا سے چلی گئی۔

جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہل مدینہ اپنی ماں کی نماز میں حاضر ہوں۔ یہ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بیسویں سال میں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں ۲۱ سال تھی اور ان کی عمر شریف تریپن (۵۳) سال کی ہوئی۔ ان سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے متفق علیہ دو حدیثیں ہیں۔ اور بقیہ نو تمام دیگر کتابوں میں ہیں۔

موضوع بحث خاتون کا تعارف: سیدہ زینب بنت سیدنا علی از سیدہ فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ اس رسالہ کی موضوع بحث ہیں اسی لئے انکا مفصل تعارف حاضر ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضور سرور عالم ﷺ کی ظاہری زندگی میں پیدا ہوئیں۔ حضور سرور عالم ﷺ کے روبرو پانچ سال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا و سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تربیت اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی رفاقت میں جو انی تک پہنچیں انکے تعارف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ پھر بھی مزید معروضات حاضر ہیں۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا: آپ کا مفصل تعارف آگے آ رہا ہے۔ پہلے فقیر انکے مزار کی زیارت کا عرض کرے جو فقیر کو مع رُفقاء یہ دولت نصیب ہوئی۔

فندق مدینہ: یہ ہوٹل درگاہ سیدہ زینب کی شرعی جانب چند فرلانگ پر ہے اس کا قبلہ جنوب کی سمت (جانب) میں بڑی بلڈنگ ہاشمیہ ہے۔ یہ علاقہ زلیہ کہلاتا ہے۔ یہاں درگاہ شریف کے پیچھے اور قُرب وجوار میں دمشق کے ہر مشہور مقام کے لئے بسیں کوچ وغیرہ عام ملتی ہیں۔ کرایہ کے معلومات کر لئے جائیں تو زیارات کے لئے سستا سودا بنتا ہے۔ ورنہ یہاں کا کاروبار اور بسوں والے، پاکستانی برادری سے دھوکہ اور لوٹ کھسوٹ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

زینبیہ: دمشق کے جنوب مغربی کونے میں چند میل پر بستی ہے جو اب بستی نہیں رہی بلکہ شہر دمشق کا ایک اہم حصہ شمار ہوتا ہے۔ اور یہ خطہ زینبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

(8) (تاریخ الخیبر فی أحوال أنفس النفیس، الوطن الخامس فی وقائع السنة الخامسة من الهجرة، وقوع الزلزال بالمدینة، 50/1، دار صادر بیروت)

(مدارج النبوت مترجم، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواجِ مطہرات، 554/2، شیر برادرز، اردو بازار، زبیدہ سینٹر، لاہور)

فائدہ: یہ علاقہ "راویہ" اور قبر اُسٹ کے نام سے بھی مشہور ہے لیکن اب توسیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اتنا تصرف ہے کہ بسوں پر دکانوں میں، مکانوں پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام چلتا ہے بلکہ آپ دمشق کے کسی کونے میں بھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام لیں تو اسی جگہ کو ہی سامنے رکھا جائے گا۔

مزار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: شیعہ مذہب کا یہ مقام، زیارت کعبہ سے کم نہیں ہے۔ اسی لئے قافلوں کی آمد و رفت اور زائرین کا ہر وقت جھوم مزار اور گرد و نواح میں بھرپور ہوتا ہے۔ کمرہ جات کی سجاوٹ نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ جیسے ان کا مزارات اہلبیت کے لئے سجاوٹ پر زور ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ زائرین وزارت کی جگہ کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ کاش! یہی سلسلہ ہر مزار کے لئے کر دیا جائے۔

تعارف سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: آپ کی پیدائش حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ۵ھ میں مدینہ پاک میں ہوئی۔ آپ سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر اور حسنین کریمین کی سگی بہن ہیں۔ یہی وہ سیدہ صابرہ ہیں جو میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔ اس سے خود اندازہ لگائیے کہ اس بی بی پر کیا گزری! جبکہ انہوں نے کاروانِ اہلبیتِ نبوت کو دن کے وقت لٹکتے دیکھا، انہوں نے چمن زہراء کے حسین پھولوں کو میدانِ کربلا میں خزاں کا شکار ہوتے دیکھا لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کسی نے آپ کے صبر پر اشعار کہے۔

دکھ بھری تیری داستاں زینب ہر گھڑی تازہ امتحاں زینب
جھیل کر اتنی سختیاں زینب بن گئی دین کی پاسباں زینب

انتباہ: عوام بلکہ بہت سے اہل علم بھی خواتین اولیاء کے مزارات کے اندر چلے جاتے ہیں۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اہل قبر کے ساتھ زیارت کے وقت وہی سلوک ہو جو زندوں سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیدہ زینب ہوں یا کوئی اور خاتون، ان کے سامنے بلا حجاب نہیں جایا جاسکتا۔ اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق خصوصیت سے ایک واقعہ ہے۔ حضرت شیخ ابو بکر موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مزار میں مسلسل حاضری دی ہے، میرا طریقہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا اور حجرہ کے اندر نہیں جاتا تھا اور نہ ہی چہرہ انور کے سامنے ہوتا تھا اس خیال سے کہ علماء کرام کا خیال ہے کہ زائر کو چاہیے کہ میت کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا۔ باہر ہی سے سلام و نیاز کر کے آجاتا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ اپنی قبر سے باہر آئیں آپ بڑے جلال و وقار والی تھیں۔ مجھے فرمایا:

"اے بیٹے! اللہ تیرے ادب کو زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب ام ایمن جنہوں نے آپ ﷺ کو پالا تھا اسکی وفات کے بعد زیارت کرتے تھے"۔ (زیارات الشام)

بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بی بی زینب کا بڑا احترام فرماتے، جب کسی وقت ملاقات کے لئے تشریف لاتیں تو امام حسین رضی اللہ عنہ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کے واقعات میں موجود ہیں ان کی شہادت کے بعد تمام کُنبہِ مُسینِ وغیرہ کو اس بی بی نے سنبھالا یہاں تک کہ انہیں کربلا سے شام پھر شام سے مدینہ پاک تک سب کو لے آئیں۔

بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے مزار میں بھی اختلاف ہے۔ شیعہ مصنف امانے **وزیارتے سوریا (شام)** نے صفحہ ۱۹ میں تین اقوال نقل کئے۔

(۱) جنت البقیع

(۲) قاطر السباع قاہرہ (مصر)

(۳) شام "زینبیہ" کے نام سے مشہور ہے

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا مدینہ سے شام کیسے تشریف لائیں اسکا جواب شیعہ کرمانی لکھتا ہے کہ مروان بن عبد الملک کے دور میں قحط پڑا تو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا کاروبار، یہاں اچھا چل پڑا اسی دوران بی بی کا وصال ہوا اور اسی جگہ پر آپ مدفون ہوئیں۔

(بحوالہ اعیان الشیعہ، جلد ۷، صفحہ ۱۳۰)

سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا

تاریخ و مقام پیدائش: بمقام مدینہ شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء

تاریخ و مقام وفات: (بمقام) مصر ۱۲ رجب ۶۲ھ مطابق ۳۰ مارچ ۶۸۲ء

یہ امر واقعہ ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ کی شہادتِ معنوی، جناب امام حسین و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت سے پہلے ہوئی جیسا کہ مولا نانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ صاحب نے اپنی کتاب **سر الشہادتین** میں لکھا ہے۔ امام حسن کی شہادت، جناب امام حسین کی شہادت کا پیش خیمہ ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور شہادت کے مقصد کی تکمیل سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی۔ ان کا صبر و استقلال درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا اور سب سے بڑی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کی عظمت و شہرت جو اس زمانہ میں ہوئی وہ سب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ شامی تو یہ سمجھ رہے تھے، کہ ایک غیر مذہب والے باغی کو ہمارے بادشاہ یزید نے قتل کر لیا ہے۔ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق، راستہ میں، بازاروں میں، درباروں میں آپ لوگوں کو بتاتی آئی ہیں کہ تم نے کس کو قتل کیا ہے۔ اس کی عظمت اسلام میں کیا تھی۔ وہ ایک اسلام کا علم تھا جس کو تم نے سرنگوں کر دیا (جھکا دیا)۔ ہدایت کا چراغ تھا جس کو تم نے گل کر دیا۔ اس کے نانا شفیع روزِ محشر ﷺ ہیں جن کو تم نے ہمیشہ کے لئے ناراض کر دیا اب کس کی شفاعت کا تم کو بھروسہ رہا۔ اس جگہ ہم صرف سیدہ زینب کے چند خطبات نقل کرتے ہیں۔ جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ اور خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ اولادِ رسول ﷺ کو قیدی بنا کر لے جانے لگے تو عورتوں نے ان لشکریانِ یزید سے کہا کہ ہم کو قتل گاہِ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نہ لے جانا ورنہ عورتیں اور بچے تڑپیں گے۔ لیکن وہ لشکریانِ یزید ان مخدرات و عصمت (پردہ نشیں و پاک دامن) اور اولادِ رسول ﷺ کو قتل گاہ کی طرف سے لے چلے۔ جب وہاں پہنچے تو جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس طرح فریاد کی:

یا محمداً صلی علیک ملیک السماء .. هذا حسین بالعرء مقطوع الأعضاء والأجزاء، وبناتک أصبحوا سبایا .. إلى الله المشتکی،

وإلى محمد المصطفی، وإلى علی المرتضی وإلى فاطمة الزهراء وإلى حمزه سید الشهداء (۹)

یعنی فریاد ہے اے محمد ﷺ! مالکِ آسمان آپ ﷺ پر درد و بھیجے۔ یہ حسین خونِ آلود ریت پر پڑے ہوئے ہیں، ان کے اعضا پارہ ہیں اور آپ کی بیٹیاں اسیر (قیدی) ہو رہی ہیں۔ خدا سے شکایت ہے، محمد مصطفیٰ ﷺ سے شکایت ہے، علی مرتضیٰ سے شکایت ہے، اور حمزہ سید الشهداء سے شکایت ہے، فریاد ہے اے محمد ﷺ! یہ حسین چٹیل میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان پر ہوانے خاک کی چادر اڑھائی ہوئی ہے۔ بدکار عورتوں کی اولاد نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ ہائے

(۹) (اعلام مصر، السیدۃ زینب صاحبۃ الرؤی والمشورۃ، ص ۹۶، الدار المصریۃ اللبنانیۃ، الطبعة الأولى: ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶م)

کیسا غم ہے۔ ہائے کیسا کرب ہے، آج میرے نانا رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اے اصحاب محمد ﷺ! یہ لوگ ذریتِ مصطفیٰ ﷺ جو قیدیوں کی طرح پھرائے جا رہے ہیں۔

اس طرح بھی فریادی:

یا محمداه بناتك سبایا، وذريتك مقتلة، تسفي عليهم ریح الصبا، وهذا حسين مجزوز الرأس من القفا، مسلوب العمامة والرداء، بأبي من عسكره في يوم الاثنين نهبا، بأبي من فسطاطه مقطع العری، بأبي من لا هو غائب فیرتجی، ولا جریح فیداوی، بأبي من نفسي له الفداء، بأبي المهوم حتى قضی، بأبي العطشان حتى مضی، بأبي من شيبته تقطر بالدماء، بأبي من جدہ رسول إله السماء، بأبي من هو سبط نبي الهدی، بأبي محمد المصطفی، بأبي خديجة الكبرى بأبي علي المرتضی، بأبي فاطمة الزهراء سيدة النساء، بأبي من ردت عليه الشمس حتى صلی (10)

یعنی فریاد ہے اے محمد ﷺ! آپ کی بیٹیاں قید ہو گئیں اور آپ کی ذریت بے طرح قتل کی گئی۔ ان پر ہوا خاک کی چادر اُڑا رہی ہے اور یہ حسین ہیں جن کا سر پس گردن سے کاٹا گیا ہے۔ ان کا عمامہ اور رد (چادر) لوٹ لی گئی۔ میرے باپ اس پر فدا جس کا لشکر دوشنبہ (پیر) کے دن لوٹا گیا۔ میرے باپ اس پر قربان جس کے خیمہ کی طنابیں (ریاں) کاٹ ڈالی گئیں۔ میرے باپ اس پر نثار جو ایسا غائب نہیں ہے کہ اس کے واپس آنے کی امید کی جاسکے اور نہ ایسا زخمی ہے کہ جس کا علاج کیا جاسکے، میرے باپ اس پر فدا جس پر میری جان بھی قربان ہے۔ میرے باپ اس پر فدا جس کے حصّہ میں غم ہی غم تھا۔ یہاں تک کہ اس نے فضا کی۔ میرے باپ اس پر نثار جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا۔ میرے باپ اس پر فدا جس کے نانا رسول اللہ ﷺ تھے۔ میرے باپ اس پر فدا جو نبی ہدیٰ کا نواسہ تھا۔ میرے باپ، محمد مصطفیٰ ﷺ پر فدا، میرے باپ، خدیجہ کبریٰ پر نثار، میرے باپ، علی مرتضیٰ پر قربان، میرے باپ، فاطمہ زہرا سیدۃ النساء پر فدا، میرے باپ، اس پر فدا جس کی خاطر سورج کو لوٹایا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی۔

قافلہ حسینی کوفہ میں: جب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا جہاں کے لوگ حضرت علی و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے غداری کر چکے تھے، اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو بلا کر اور ان سے بیعت کر کے ان کو تنہا چھوڑ دیا تھا، اور حضرت امیر المومنین کی لڑکیاں اور بیویاں ان بازاروں میں بے چادرو مقنّعہ (اوڈھنی)۔ زنجیروں میں بندھی ہوئی لائی گئی ہیں، اور ان کو دیکھ کر لوگوں نے گریہ وزاری شروع کر دی، توسیدہ زینب نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور پھر فرمایا:

خطبہ زینب رضی اللہ عنہا

الحمد لله، والصلاة على محمد وآله الطاهرين، أما بعد: يا أهل الكوفة،

(10) (بحار الأنوار للمجلسي، 59/45، مؤسسة الوفاء بيروت لبنان)

نوٹ: اس رسالے میں چند مقامات پر مصنف ”علامہ اویسی صاحب علیہ الرحمہ“ نے شیعہ کتب کا تذکرہ کیا ہے، اس کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ ان کے عقائد و نظریات سے متفق ہیں۔ مقصد تاریخی واقعات کو نقل کرنا ہے۔ (ان اویسی)

یا اهل الختل والغدر، أنبكون؟ فلا رَقَاتِ الدمعة، ولا قُطْعَتِ الرِّثَّةُ، ولا هَدَّاتِ الرِّفْرِةُ.

إنما مثلکم کمثل التي نقضت غزلها من بعد قوة أنكاثاً، تتخذون أيمانكم دخلاً بينكم.

هل فيکم إلا الصِّلَفُ والعُجْبُ والشَّنَفُ والكذبُ، وملَقُ الإماء، وعَمَزُ الأعداء، أو كَمَرَعِيٌّ على دِمْنَةٍ، أو كفضية على

ملحودة؟ ساء ما قدمت لکم أنفسکم، أن سخط الله علیکم، وفي العذاب أنتم خالدون.

أي أجل، والله، فابکوا، فإنکم، والله، أحقُّ بالبکاء، فابکوا كثيراً، واضحکوا قليلاً.

لقد ذهبتم بعارها وشنارها، ولن ترَحْضوها بعملٍ بعدها أبداً، وأنى ترحضون؟

قتلتهم سليل خاتم النبوة، ومعدن الرسالة، وسيد شباب أهل الجنة، وملاذَ حربکم، ومعاذَ حزبکم، ومقرَّ سلیمکم، وآسِي

کَلِمِکم، ومفزع نازلتکم، والمرجع إليه عند مقاتلتکم، ومدرّة حجبکم، ومنارة محبتکم.

ساء ما قدمت لکم أنفسکم، وساء ما تزرون لیوم بعثکم. فتعساً تعساً، ونکساً نکساً.

لقد خاب السعي، وتبت الأيدي، وخسرت الصفقة، وبؤثتم بغضبٍ من الله، وضربت علیکم الذلّة والمسکنةُ.

أندرون ویلکم: أي کَبِدٍ لمحمد ﷺ فریتم؟ وأيَّ عهدٍ نکثتم؟ وأيَّ کريمةٍ له أبرزتم؟ وأيَّ حُرمةٍ له هتکتتم؟

وأيَّ دمٍ له سفکتتم؟

لقد جئتم شيئاً إداً، تکاد السماواتُ يتفطرن منه، وتنشق الأرض، وتخر الجبالُ هداً.

لقد جئتم بها صلعاء عنقاء، سوداء فقعاء، شوهاء، طلاع الأرض والسماء.

أفعبجتهم أن قَطَرَتِ السماءُ دماً؟ ولعذاب الآخرة أخزى، وأنتم لا تنصرون.

فلا یَسْتَخَفِّنَکُمُ المَهِلُ، فإنه عزّ وجل لا یُحْضِرُهُ البدار، ولا یُخَافُ علیه قُوْتُ الثار.

کلا، إن ربکم لبالمرصاد.

ثم أنشأت تقول:....

یعنی اے اہل کوفہ اے غدارو! اے مکارو! ہم پر گریہ کر رہے ہو۔ تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں اور تمہاری فریاد کبھی نہ ختم ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو سوت اچھی طرح کا تنے کے بعد توڑ دیتی ہے۔ تم نے بھی رشید عہد کو توڑ ڈالا اور اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے۔ کیا تم اپنی قسموں میں مکروخیانت کو پیش نظر رکھے ہوئے ہو۔ تم لوگوں میں صرف غلط دعوے ہیں اور تم سب کے سب عیب و کذب (جھوٹ) سے وابستہ ہو۔ تم میں کنیزوں کی سی چاپلوسی اور دشمنوں کی سی غٹازی (جاسوسی) ہے۔ تمہاری مثال اس ہری گھاس کی سی ہے۔ جو کوڑے پر لہلہا رہی ہو یا اس چاندی کی طرح ہے جس سے کوئی قبر سنواری گئی ہو۔ تم نے اپنی آخرت کے لیے بہت خراب توشہ بھیجا ہے۔ خدا کا غضب تمہارے لیے مہیا ہے۔ اور تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے، ارے تم ہم پر رو رہے ہو، ہاں! قسم بخدا

بہت روو۔ قسم بخدا تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم روتے رہو۔ زیادہ روو اور کم ہنسو۔ یعنی خوشی تمہیں کم نصیب ہو۔ عیب و ننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے اور اس ذلت کو تم اپنے سے کسی طرح دور نہیں کر سکتے اور کسی پانی سے اس دھبہ کو نہیں دھو سکتے اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے ہو کہ تم نے خاتم النبیین ﷺ کے جگر گوشہ اور جوانانِ جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔ جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقام امن تھا۔ جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی جائے، قرار تھا۔ تم مباحثہ میں جس کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔ جو تمہاری دلیلوں کا معدن (خزانہ) اور تمہارے دینی راستہ کا روشن کرنے والا تھا۔ کتنے بڑے گناہ کے تم مُرتکب ہوئے ہو، رحمتِ خدا سے دور ہو گئے ہو، تمہاری کوشش بیکار ہو کر رہ گئی، تم دنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار ہو گئے ہو، عذابِ الہی کے مستحق قرار پائے ہو اور ذلت و خواری کو تم نے اپنے لیے خرید لیا ہے۔ اے اہل کوفہ تم پر وائے (افسوس) ہو جناب رسالت مآب ﷺ کے کیسے جگر گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

اور ان کے خاںوادہ کی کیسی کیسی مُخدرہ (پردہ نشین) اور عفت مآب بی بیوں کو بے پردہ کر دیا۔ ان کے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا اور آنحضرت ﷺ کی کیا کیا حرمت ضائع کی۔ ایسا قابلِ نفرت کام تم نے کیا ہے کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافتہ (دھکڑے) ہو جائے اور زمین شق ہو جائے (چ جائے) اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں، تم نے ایسی بُری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔ تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے اس واقعہ پر خون برسا (یہ توفیقِ نشانی ہے) دیکھو عذابِ آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا۔ وہاں خدا کی نرمی اور مہلت تمہارے بوجھ کو ہلکانہ کرے گی۔ (وہاں عذاب کے منتظر رہو) کیونکہ خداوند عالم عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ اسے وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ تمہارا پروردگار گنہگاروں کی گھات میں ہے۔ پھر سیدہ زینب نے یہ اشعار انشا فرمائے

(۱) ما ذا تقولون اذ قال النبی لکم ما ذا صنعتم و انتم اخر الامم

(۱) یعنی تم اس وقت کیا جواب دو گے جب پیغمبر خدا ﷺ تم سے کہیں گے کہ تم تو آخری اُمت (امتِ مرحومہ) ہو تم نے یہ کیا کیا۔

(۲) باہل بیتى واولادى و مکرمتى منہم اسارى و منهم ضر جوا بد م

(۲) یعنی میرے اہلبیت و میری اولاد میری حرمت کے ساتھ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔

(۳) ما کان ذاک جزائى اذ نصحت لکم ان تخلفونى بسوء فى ذوى رحمى

(۳) یعنی یہ تو صلہ نہ تھا میری نصیحت و رسالت و اصلاح کا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا کہ تم میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتے۔

(۴) انى لا خشىٰ علیکم ان یجل بکم مثل العذاب الذى اودىٰ علی ارم

(۴) یعنی میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جس نے ارم و شداد والوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر کا اثر: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر سُن کر لوگ دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ یشر بن خزیم

اسدی کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ یہ تقریر سُن کر زن (بیوی) و پسر (اولاد) مردہ کی طرح روتے تھے اور دانتوں سے اپنی انگلیاں چباتے تھے۔ ایک شخص ضعیف میرے پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا:

بابی و اُمی، خَیْرُ الْخَلْقِ، وَشَبَابُهُمْ خَیْرُ الشَّبَابِ، وَنَسْلُهُمْ نَسْلٌ کَرِیْمٌ، وَفَضْلُهُمْ فَضْلٌ عَظِیْمٌ.

یعنی میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں ان کے بڑھے لوگ دنیا کے بڑھوں اور جوان لوگ دنیا کے جوانوں سے بہتر ہیں۔ ان کی نسل بزرگ ہے اور ان کا فضل عظیم ہے۔ جب جوشِ گریہ زیادہ ہوا تو جناب حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھوپھی بس اب خاموش ہو جاؤ۔ ماضی سے جو بچ گیا ہے اس پر بس کرو۔ خدا کا شکر کہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ جس کو کسی انسان نے علم نہیں دیا اور آپ عقلمند ہیں بغیر دانائی سکھانے والے کے اور فرمایا کہ

إِنَّ الْبُكَاءَ وَالْحَيْنَ لَا يَرُدَّانِ مَنْ قَدْ أَبَادَهُ الدَّهْرُ.

یعنی گریہ وزاری ان لوگوں کو واپس نہیں لے آتی جن کو زمانہ فنا کر چکا ہے۔

(وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْبَأُنْبِئِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ط إِنَّبَأُنْبِئِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ) ۱

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۷۸)

ترجمہ: اور ہر گز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرأت و بے باکی ضرب المثل بن گئی کہ قافلہ حسینی کو کوفہ سے دمشق میں لے آئیں اور جگہ جگہ عوام و خواص کو سانس نہ کر بلا واضح طور بیان فرماتی رہیں۔ اتنا طویل سفر طے کر کے جب قافلہ دمشق پہنچا تو یزید قافلہ سے ملاقات کا خواہاں (خواہشمند) ہوا قافلہ کی سالار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یزید جیسے ظالم و جابر کے سامنے بڑھلا اسکے ظلم و ستم کی داستان سنادی جو مندرج ذیل مَن و عَن (جو کاتوں) حاضر ہے۔

خطبہ زینب در مجلس یزید: یہ وہ خطبہ ہے جس نے دنیا کے سامنے ثابت کر دیا کہ حق ہمیشہ حکومت کی سَطَوْتَ (غلب) اور طاقت پر غالب رہتا ہے

اور دنیا کی کوئی طاقت اہل حق کو نہیں دبا سکتی۔ کل کی بات تھی کہ حکومت نے اپنا سارا زور لگا کر کر بلا کے میدان میں اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کیا تھا اور اس ہی خاندان کے تمام افراد شہید ہو گئے۔ مال و اسباب جو کچھ تھا لٹ گیا۔ بظاہر دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی جس حاکم کے حکم سے یہ ساری مصیبتیں آئی تھیں، وہ ہی اپنے پورے شان و شوکت کے ساتھ مَسْنَدِ زَرِیں (عالی شان منہ) پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد ننگی تلواریں لیئے ہوئے اس کے سپاہی کھڑے ہیں۔ اس حاکم کے سامنے چند کمزور اور نحیف بے کس قیدیوں کی لائن زنجیروں میں جکڑی ہوئی کھڑی ہے۔ ان کے سب مرد رشتہ دار کر بلا میں کام آئے اور اب بظاہر دنیا میں یہ کسی کو اپنا مُوَنَس (ہم درد) و ناصر نہیں پاتے۔ اس حاکم وقت نے چند ناجائز حرکات کیں، زبان سے غرور آمیز کلمے نکالے جو ایک بے کس و غریب و نزار (کمزور) عورت نے سُنے۔ جس کے سب عزیز بھائی اور جس کے اپنے بچے بھتیجے سب میدانِ کر بلا میں شہید ہو چکے تھے۔ دنیاوی جرأت و ہمت کا آخری قطرہ ایسی عورت کے بدن سے نکل جاتا ہے۔ لیکن اس عورت نے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی

تھی، اور جناب رسول خدا ﷺ کی زبان چوسی تھی، یہ کلماتِ ناحق سنے اور تاب نہ لاسکی۔ حق کی طاقت کے زور پر اور ہر حالت میں غالب رہنے والی جرات کے ساتھ یہ تقریر فرمائی:

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على رسوله وآله أجمعين، صدق الله سبحانه حيث يقول:

{ثم كان عاقبة الذين أساءوا السوأى أن كذبوا بآيات الله وكانوا بها يستهزئون} (الروم: 10).

اظننت يا يزيد حين أخذت علينا أقطار الأرض وآفاق السماء، فأصبحنا نساق كما تساق الأسارى، أن بنا هوانا على الله وبك عليه كرامة، وإن ذلك لعظيم خطر كعنده، فشمخت بأنفك ونظرت في عطفك تضرب أصدريك (١) فرحا، وتنفض مذوريك (٢) مرحا جذلان مسرورا، حين رأيت الدنيا لك مستوسقة، والأمور متسقة، وحين صفا لك ملكنا وسلطاننا، فمهلا مهلا أنسيت قول الله تعالى:

{ولا يحسبن الذين كفروا أنما نملي لهم خيرا لأنفسهم إنما نملي لهم ليزدادوا إثما ولهم عذاب مهين} (آل عمران: 168).

أمن العدل يا ابن الطلقاء (٣) تخديرك حرائرك وإماءك وسوقك بنات رسول الله - صلى الله عليه وسلم - سبايا قد هتكت ستورهن، وأبديت وجوههن، تحدو بهن الأعداء من بلد إلى بلد، ويستشرفهن أهل المناهل والمناقل، ويتصفح وجوههن القريب والبعيد، الدني والشريف، ليس معهن من رجالهن ولي ولا من حماتهن حمي، وكيف يرتجي مراقبة من لفظ فوه أكباد الأذكياء ونبت لحمه من دماء الشهداء، وكيف يستبطئ في بغضنا أهل البيت من نظر إلينا بالشنف والشنان، والإحـ والأضغان ثم تقول غير متأنم ولا مستعظم:

لا هلوا واستهلوا فرحا ... ثم قالوا يا يزيد لا تشل

منحنيا على ثنايا أبي عبد الله سيد شباب أهل الجنة تنكثها بمخصرتك، وكيف لا تقول ذلك وقد نكأت القرحة، واستأصلت الشأفة، بإراقتك دماء ذرية محمد - صلى الله عليه وسلم - ونجوم الأرض من آل عبد المطلب، وتهتف بأشياخك زعمت أنك تناديهـم، فلتردن وشيكا موردهم ولتودن أنك شللت وبكمت ولم تكن قلت ما قلت، وفعلت ما فعلت، اللهم خذ لنا بحقنا، وانتقم ممن ظلمنا، وأحلل غضبك بمن سفك دماءنا وقتل حماتنا، فوالله يا يزيد ما فريت إلا جلدك ولا حرزت إلا لحـمك، ولتردن على رسول الله - صلى الله عليه وسلم - بما تحملت من دماء ذريته وانتهكت من حرمة في عترته ولحمته، حيث يجمع الله شملهم ويلم شعـثهم ويأخذ بحقهم.

{ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله أمواتا بل أحياء عند ربهم يرزقون} (آل عمران: 169).

وحسبك بالله حاكما وبمحمد -صلى الله عليه وسلم- خصيصا وبجبريل ظهيرا (۱). وسيعلم من سول لك وأمكنك من رقاب المسلمين -بئس للظالمين بدلا- أيكم شر مكانا وأضعف جندا، ولئن جرت على الدواهي مخاطبتك، إني لأستصغر قدرك، وأستعظم تقريعتك وأستكثر توبيخك، لكن العيون عبري، والصدور حري، ألا فالعجب كل العجب لقتلي حزب الله النجباء، بحزب الشيطان المطلقاء، فهذه الأيدي تنطف من دمائنا، والأفواه تتحلب من لحومنا، وتلك الجثث الطواهر الزواكي تتنابها العواسل (الذئاب)، وتعفرها أمهات الفراءل (الضباع)، ولئن اتخذتنا مغنا لتجدنا وشيكا مغرما، حين لا تجد إلا ما قدمت يداك وما ربك بظلام للعبيد وإلى الله المشتكى وعليه المعول، فكد كيدك، واسع سعيك، وناصب جهدك، فوالله لا تمحو ذكرنا، ولا تميت وحيننا، ولا تدرك أمدنا، ولا تدحض عنك عارها، وهل رأيك إلا فند (كذب)، وأيامك إلا عدد، وجمعك إلا بهدد يوم ينادي المنادي ألا لعنة الله على الظالمين، فالحمد لله رب العالمين الذي ختم لأولنا بالسعادة والمغفرة، ولآخرنا بالشهادة والرحمة، نسأل الله أن يكمل لهم الثواب، ويوجب لهم المزيد ويحسن علينا الخلافة إنه رحيم ودود وحسبنا الله ونعم الوكيل". (11)

یعنی حمد ہے واسطے رب العالمین کے، صلوة ودرود ہے اس کے رسول ﷺ پر اور ان کی آل پر، خداوند تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے "پھر براہو انجام ان لوگوں کا جو برائی کرتے تھے خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔" اے یزید! تو نے ہم پر ناکہ ناکہ (چیک پوسٹ) بند کر دیا، آسمان کی فضاء تنگ کر دی، یہاں تک کہ اہلبیت کی مخدّرات و عصمت (پردہ نشیں و عزت مآب خواتین) کو قید کر کے دیار بہ دیار پھر آیا۔ اس وجہ سے کیا تجھے یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں اور تو اس کی نظر میں مکرّم (عزت والا) ہے؟ اور تیرا یہ ظلم جو ہم پر گزرا ہے تو کیا یہ خیال کرتا ہے کہ تجھے اس کی بارگاہ میں شان و منزلت حاصل ہو گئی ہے اور تو اس گمان بد کے سبب، متکبروں کی طرح ماتھے پر شکن ڈالتا ہے اور دائیں بائیں متکبرانہ انداز سے دیکھ رہا ہے۔ خوشی سے اپنے شانوں کو حرکت دے رہا ہے اور اترا اترا کر گولے مٹکا رہا ہے اور اس پر خوش ہے کہ تو نے دنیا کو اپنے لئے ہموار پایا ہے اور اپنے کام درست کر لئے ہیں اور ہماری مملکت و سلطنت تجھ کو بے خار و خش (بغیر کسی تکلیف و مشقت کے) مل گئی ہے، جلدی نہ کر، ذرا دم (مانس) لے، کیا تو نے یہ بات فراموش کر (بھلا) دی ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے:

"زہار (خبردار)! یہ گمان نہ کر کہ میں نے کفار کو مہلت دے دی ہے، اور جو کچھ انکو یہ ڈھیل ہے یہ خیر ہے۔ بلکہ ہم اس کو زمانہ دراز تک چھوڑ رکھتے ہیں تاکہ ان کا گناہ اور بڑھے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب موجود ہے۔" (۳-۸۷) اے طلقاء کے بیٹے (فتح مکہ کے دن رسول خدا ﷺ نے ابوسفیان وغیرہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ "أذهبوا فانتم الطلقاء" (جاؤ تم آزاد غلام ہو۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔) کیا یہ تیرا عدل و انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردے میں رکھا ہے اور دخترانِ پیغمبر کو اسیر کر کے تشہیر کرایا ہے، ان کی حرمت ضائع کر دی ہے، ان کا سر برہنہ کر دیا ہے، دشمنوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں انہیں پھر

(11) (موسوعة القبائل العربية، ما قاله الشريف محمد بن علي الحسيني صاحب العقود اللؤلؤية عن آل البيت، معركة كربلاء ونجاة علي زين العابدين مؤسس السلالة الحسينية،

ایا ہے۔ لوگ ان کے چہروں پر نظر کرتے ہیں اور دور و نزدیک کے لوگ، شریف اور کمینے سب ان کے رُخساروں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ اس پر مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کے ساتھ کوئی ان کی حمایت کرنے والا با اختیار مرد نہیں ہے۔ ہاں! اس شخص سے کیوں کر مراضات (رایت) کی امید کی جائے جس کے بزرگوں (یزید لعین کی دادی) کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کے تھوکا ہو اور جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے پرورش یافتہ ہو، کیوں یہ حالت نہ ہو جو ہمیں بغض و دشمنی اور کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے، وہ دشمنی کرنے میں کیا کمی کرے گا۔ اے یزید لعین! پھر تو بغیر گناہ اور امر عظیم کا خیال کئے ہوئے اپنے بزرگوں کو یاد کر کے کہتا ہے:

لا هلوا واستهلوا فرحا... ثم قالوا يا يزيد لا تشل

یعنی میرے نزدیک یہ منظر دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑتے اور کہہ اُٹھتے کہ اے یزید! تیرا ہاتھ شل نہ ہو۔

(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) (پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۶۹)

(ترجمہ): اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

حالانکہ سردار جو انانِ جنت ابو عبد اللہ الحسین کے دانتوں سے توبہ ادبی کر رہا ہے۔ اے یزید! تو کیوں نہ خوش ہو، ایسے کلام زبان پر کیوں نہ لائے، اس لئے کہ تُو نے زخم کو گہرا کر دیا ہے اور شجرہ طیبہ کو اس کی جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا ہے۔ یعنی ذریت محمد ﷺ کا خون بہایا ہے اور آلِ محمد اور اولادِ عبد المطلب کے ان افراد کو جو مثل ستارہ ہائے زمین تھے قتل کر ڈالا ہے اور اپنے اسلاف کو اپنی اس کامیابی پر صدادے رہا ہے۔ پس تو عنقریب ان سے ملحق ہو گا اور اُس وقت آرزو کرے گا کہ کاش دنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے اور نہ تیری زبان ہوتی تاکہ تُو نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتا، اور جو کچھ تُو نے کہا وہ نہ کہتا۔ اس کے بعد اس معظمہ (بابائے نبی) نے آسمان کی جانب رُخ کر کے عرض کی کہ میرے معبود! میرے حق کا بدلہ ظالموں سے لے اور ستم گاروں سے خود انتقام لے اور اُس پر اپنا غضب نازل کر جس نے ہمارا خون بہایا، اور ہمارے جوانوں کو تہ تیغ کیا۔ اے یزید! قسم بخدا جو کچھ ظلم تُو نے کیا ہے، وہ اپنے ساتھ کیا ہے۔ تُو نے اپنی ہی کھال چاک کی ہے، اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے، تو رسولِ خدا ﷺ کے حضور میں بصورتِ مجرم لایا جائے گا کہ تُو نے اُن کی ذریت کا خون بہایا ہے اور ان کی عترت (اولاد) اور پارہ ہائے جگر کے ناموس کی ہتک حرمت (روائی) کی ہے۔ اُس وقت خداوندِ عالم ان کی پریشانی کو دُور کرے گا، ان کی پراگندگی کو مُبدل بہ سکون کرے گا، اور ستم گاروں سے ان کا حق لے گا۔ تو ہر گز گمان نہ کر کہ کشتگانِ راہِ خدا (راہِ خدا میں شہید ہوئے والے) مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہیں اور خدا کا انصاف کرنا، پیغمبرِ خدا ﷺ کا تجھ سے دعویدار ہونا، اور جبریل علیہ السلام کا ان کی ذریت کی مدد کے لئے مُستعد ہونا تیری سزا کے لئے کافی ہے۔ عنقریب وہ شخص جس نے تیرے لئے بساطِ سلطنت بچھائی تھی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا تھا، بہت جلد معلوم کر لے گا کہ ظالموں کا بدلہ بُرا ہوتا ہے اور جائے قیام کے اعتبار سے تم میں سے کون بدتر ہے اور کس کے اَعوان و مددگار ضعیف تر ہیں۔ اگرچہ گردشِ زمانہ اور حوادثِ روزگار نے مجھے تجھ سے ہم کلام کر دیا ہے یا اگر تجھ سے اس دلیری سے ہم کلام ہونا مجھ پر ستم پر ستم ڈھائے۔ پھر بھی میں تجھ کو حقیر ہی سمجھتی ہوں اور سمجھتی رہوں گی اور میں اپنی سرزنش اور شتات (شات) کو جو تو ہمارے ساتھ عمل میں لا رہا ہے بہت عظیم جانتی ہوں اور جانتی رہوں گی۔ افسوس ہے کہ آنکھیں گریاں ہیں، اور سینے آتشِ غم سے جل رہے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ رحمان کا لشکرِ شیطان کے ہاتھوں قتل ہو گیا، ہمارا خون ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ابھی تک ٹپک رہا ہے اور ان کے دہنوں سے ہمارے گوشت کی رطوبت جاری ہے اور صحرا کے بھیڑیے ان پاکیزہ اجساد کا طواف کر رہے ہیں۔ اے یزید لعین! اگر تُو نے آج ہم کو تباہ کر کے غنیمت پائی ہے تو کل قیامت کے دن خسارے میں پڑے گا جب کہ تُو سوائے اپنے اعمالِ بد کے اور کوئی چیز وہاں نہ

پائے گا۔ حق تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا، خدا ہی سے شکایت ہے، اور اُسی پر اعتماد ہے۔ اے یزید لعین! جتنا کید و مکر چاہے کئے جا، اور اپنی کوشش سے باز نہ آ اور ستم کو اپنا نصب العین بنالے لیکن قسم بخدا تو ہمارا ذکر صفحہ جہان سے محو نہیں کر (مانہیں) سکتا، اور اس واقعہ کا ننگ و عار تجھ سے ڈھل نہیں سکتا۔ تیری رائے سُت ہے اور تیری زندگی صرف گئے ہوئے دن ہیں، اور تیرا ذخیرہ اس دن صرف پریشانی ہوگی جس دن منادی (پکارے) ندا کرے گا ظالموں پر خدا کی لعنت ۔ "خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمارے اوّل (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو سعادت سے بہرہ اندوز کیا اور ہمارے آخر (حسین رضی اللہ عنہ کو) شہادت کا فخر عطا فرمایا۔ میں خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ ہمارے شہداء کا ثواب مکمل کرے، ان کے اجر کو زیادہ کرے اور ہمارے بقیہ افراد کے حالات کی درستی اور اصلاح میں احسان فرمائے وہ بخشے والا مہربان ہے اور ہر لحاظ سے وہی بہترین کار ساز ہے۔

یہاں سے امام سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالے الْعَجَاجَةُ الزَّرَبِيَّةُ فِي السَّلَالَةِ الزَّيْنَبِيَّةِ جو کہ الحاوی للفتاویٰ میں موجود ہے کا ترجمہ شروع ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى .

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اکیس (۲۱) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں (علی الاختلاف) لیکن جن کی دنیا بھر میں اولاد پھیلی وہ صرف پانچ ہیں:

(۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) امام محمد بن الحنفیہ (۴) عباس ابن الکلابیہ (۵) عمر بن التغلبیہ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پانچ صاحبزادے و صاحبزادیاں پیدا ہوئے (۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) امام

محسن (۴) ام کلثوم (۵) زینب۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

تفصیل اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۱) حضرت محسن تو عالم دنیا کی ہوا کھانے سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوئے (یعنی وفات پا گئے)۔

(۲) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد بکثرت پھیلی۔

بی بی ام کلثوم کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب (فاروق اعظم غلیفہ ثانی) رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے ایک صاحبزادہ زید اور ایک صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے پھر ان کا نکاح (فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد) آپ کے چچا زاد حضرت عون بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ہوا، ان کی وفات کے بعد ان بی بی کا نکاح حضرت عون کے بھائی محمد سے ہوا، ان کی وفات کے بعد، ان کے بھائی عبد اللہ بن جعفر سے نکاح ہوا اور انہی کے نکاح کے دوران بی بی کا وصال ہو گیا اور ان مؤخر الذکر (آخر میں ذکر کئے گئے) شوہروں سے بی بی کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تفصیل اولادِ زینب بنت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما از سیدہ فاطمہ

بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کا نکاح اپنے عم زاد (چچا زاد بھائی) حضرت عبد اللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے ہوا، اس سے یہ اولاد ہوئی۔

(۱) علی (۲) عون اکبر (۳) عباس (۴) محمد (۵) اُم کلثوم (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔ (طبقات ابن سعد)

فائدہ: بی بی زینب کی اولاد مذکورہ دنیا بھر میں پھیلی اور ہم انہی کے متعلق اسی باب میں چند امور عرض کریں گے۔

(۱) بالا جماع یہ حضرات بھی آل نبی ﷺ اور اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ آل النبی بنو ہاشم و بنو المطلب سے جملہ اہل ایمان کا نام ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَظِيْبًا فَقَالَ: " أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي " ثَلَاثًا

یعنی حضور علیہ السلام خطبہ (تقریر) کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے لئے خصوصی نصیحت فرماتا ہوں یہ تین بار فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں انہوں نے فرمایا:

أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حَرَّمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قِيلَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ

یعنی حضور ﷺ کے اہل بیت وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ عرض کی گئی وہ کون ہیں؟ فرمایا: آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(۲) اولاد زینب رضی اللہ عنہم بھی بالا جماع حضور سرور عالم ﷺ کی ذریات اور اولاد ہے اور یہ پہلی وجہ سے اخص (زیادہ خاص) ہے امام بغوی رحمہ اللہ نے التہذیب میں لکھا کہ

أَوْلَادُ بَنَاتِ الْإِنْسَانِ لَا يُنْسَبُونَ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانُوا مَعْدُودِينَ فِي ذُرِّيَّتِهِ حَتَّى لَوْ أَوْصَى لِأَوْلَادِ أَوْلَادِ فُلَانٍ

يَدْخُلُ فِيهِ وَلَدُ الْبِنْتِ

یعنی انسان کی لڑکی کی اولاد اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اگرچہ اس کی ذریت کہی جاسکتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے اولاد فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کی تو اس میں بنت (لڑکی) کی اولاد وصیت میں داخل ہوگی۔

(۳) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب بھی اولاد حسنین میں اس قانون میں شریک ہے یا نہیں؟ کہ وہ اولاد النبی ﷺ کے نام سے منسوب ہیں۔ اس کا جواب نفی میں ہے اور یہ وجہ اس وجہ (جو پہلے گزری ہے) سے اخص ہے۔

فائدہ: فقہاء کرام نے اولاد حقیقی اور اس کے مابین فرق کیا ہے جو کسی انسان کی طرف منسوب ہو اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ (وہت علی اولادی) یعنی میں نے اپنی اولاد پر فلاں شے وقف کی تو اس وقف میں لڑکی کی اولاد بھی داخل ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اس اولاد پر وقف کیا جو میری طرف منسوب ہے تو اس وقف میں اس کی لڑکی کی اولاد داخل نہ ہوگی۔

فائدہ: فقہاء کرام نے حضور سرور عالم ﷺ کے خصائص میں شمار فرمایا ہے کہ آپ کی بنات کی اولاد تو آپ کی طرف منسوب ہے لیکن آپ کی بنات کی بنات کی اولاد (یعنی نواسیوں کی اولاد) کے متعلق فقہاء نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

تویہ خصوصیت صرف بنات الاولاد کے طبقہ علیا کے ساتھ مخصوص ہے اور بس۔ اسی معنی پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چار صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی اولاد حضور سرور عالم ﷺ کی طرف منسوب ہے مثلاً اولاد حسنین اپنے باپوں کی طرف بھی منسوب ہے اور حضور سرور عالم ﷺ کی

طرف بھی لیکن اولادِ زینب و اولادِ اُم کلثوم اپنے باپوں عمر و عبد اللہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہوں گی نہ کہ اپنی ماؤں کی طرف اور نہ ہی حضور سرور عالم ﷺ کی طرف۔ اس لئے کہ وہ آپ کی بنت البنت کی اولاد (نواسی کی اولاد) ہے نہ کہ بنت کی توان میں مشہور قاعدہ شریعہ جاری ہوگا کہ ہر اولاد اپنے باپ سے منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف۔ سوائے اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ صرف انہی کا خاصہ ہے کہ وہ حضور سرور عالم ﷺ کی طرف منسوب ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ استثناء صرف اور صرف حسنین کی اولاد کے لئے ہے اور بس۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اولاد الحسنین کے متعلق احادیث مبارکہ

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لِكُلِّ بَنِي أُمِّ عَصَبَةٍ إِلَّا ابْنِي فَاطِمَةَ أَنَا وَلِيَّتُهَا وَعَصَبَتُهَا**

یعنی ہر بنی اُم کے لئے عصبہ ضروری ہے سوائے فاطمہ کے دو بیٹوں کے انکا ولی و عصبہ میں ہوں۔

(۲) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **لِكُلِّ بَنِي أُمِّ عَصَبَةٍ إِلَّا ابْنِي فَاطِمَةَ أَنَا وَلِيَّتُهَا وَعَصَبَتُهَا**

یعنی ہر بنی اُم (اں کے بیٹے) کے لئے عصبہ ضروری ہے سوائے فاطمہ کے دو بیٹوں کے انکا ولی و عصبہ میں ہوں۔

فائدہ: حدیث شریف کے الفاظ پر غور فرمائیے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے کیسے صاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ صرف اولاد الحسنین ہی ان سے منسوب ہے اور آپ صرف انہی کے عصبہ ہیں اور بس، یہاں تک کہ ان کی ہمیشہ گان (بنوں) کی اولاد بھی اس خصوصیت میں شامل نہیں۔ اسی لئے کہ وہ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسی لئے اسلاف و اخلاف سب متفق ہیں کہ ہر سید زادی کی اولاد سید نہیں ہوتی۔ اگر خصوصیت مذکورہ عام ہوتی تو ہر سید زادی کی ہر طرح کی اولاد پر صدقہ حرام ہوتا۔

جب کہ اس کا باپ غیر سید ہو (یعنی قریشی وغیرہ)۔ اسی لئے حضور نبی پاک ﷺ نے ابنتی فاطمہ (فاطمہ کے دونوں صاحبزادے) حسنین کریمین کی قید لگائی ہے فلہذا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے سوا یہ خصوصیت اور کسی کو نصیب نہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی ہمیشہ کلاں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بھی۔ وہ اسی لئے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد زینہ اولاد نہیں چھوڑی کہ جسے حسنین رضی اللہ عنہما کا ہم لقب (سید) کہا جائے۔ ہاں بی بی زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص بن الربیع رضی اللہ عنہا تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ حکم جاری نہیں فرمایا۔ حالانکہ وہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا حضور سرور کونین ﷺ کے زمانہ اقدس میں موجود (زندہ) تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ، آپ ﷺ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتیں۔

اس لئے کہ بی بی امامہ آپ ﷺ کی صاحبزادی نہیں بلکہ صاحبزادی کی صاحبزادی ہیں۔ ہاں خود بی بی زینب رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کی بلا واسطہ صاحبزادی ہیں۔ ہاں آپ (سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی زینہ اولاد ہوتی تو بھی وہ حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوتی اور اس کا حکم بھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جیسا ہوتا۔ وہ یہی کہ جیسے حسنین کی اولاد حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے، ایسے ہی بی بی زینب کی زینہ اولاد بھی آپ ﷺ کی طرف منسوب ہوتی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام سیوطی کا آخری فیصلہ ہے۔ لیکن بعض لوگ آپ کے معاصرین (ہم عصر علماء) اس کے خلاف باتیں تو بناتے ہیں لیکن ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط دلیل نہ تھی جو امام سیوطی رحمہ اللہ کے موقف کے خلاف پیش کی جاتی۔ (الزرنیہ)

(۴) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب کو بھی اشraf (سادات) کہا جاسکتا ہے یا نہ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ شریف (سید) صدر اوّل (دور اوّل) میں اہلبیت کے ہر فرد کو کہا جاتا تھا، وہ حسنی ہو یا حسینی، علوی ہو یا ازاولاد محمد بن الحنفیہ (یعنی محمد بن الحنفیہ کی اولاد سے ہو)، یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اشraf (سادات) سے ملقب تھی بلکہ اولاد علی کے علاوہ، اولاد جعفر و عقیل اور عباس رضی اللہ عنہم کو بھی اشraf (سادات) سے پکارا جاتا اور تاریخ الذہبی ایسے القابات سے مالا مال ہے مثلاً وہ ان کے تراجم و تعارف میں جا بجا لکھتے ہیں:

الشریف العباسی، الشریف العقیلی، الشریف الجعفری، الشریف الزینبی

لیکن جب سے بنو فاطمہ کا مصر پر تسلط (قبضہ) ہوا تو انہوں نے یہ لقب صرف اور صرف حسنین کی اولاد سے مخصوص کر دیا جو آج تک (تازمانہ سیوطی اور تاحال ۱۴۲۵ھ) عرف اسی طرح رائج ہے۔

فائدہ: حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب القاب میں لکھا کہ

الشَّرِيفُ بِبَغْدَادَ لَقَبٌ لِّكُلِّ عَبَّاسِيٍّ، وَبِمِصْرَ لَقَبٌ لِّكُلِّ عَلَوِيٍّ اُنْتَهَى

یعنی شریف (سید) بغداد میں ہر عباسی کا اور مصر میں ہر علوی کا لقب ہے۔

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ قدیمی اصطلاح ہی اولیٰ ہے، بہ نسبت جدید اصطلاح کے یعنی قدیم اصطلاح پر ہر علوی و جعفری و عقیلی و عباسی پر اشraf (سادات) کا اطلاق ہوتا تھا جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے اور ہمارے اصحاب شوافع میں سے امام الماوردی نے اور قاضی ابو یعلیٰ بن الفراء نے (جو) خنابلہ میں سے (ہیں)، کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے الاحکام السلطانیہ میں تصریح کی ہے۔ ایسے ہی ابن الماک کا قول الفیہ میں ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

وَالِهَ الْمُسْتَكْمِلِينَ الشَّرَفَا، فَلَا رَيْبَ فِي أَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَى ذُرِّيَّةِ زَيْنَبِ الْمُذْكَورِينَ أَشْرَافُ

یعنی اور آپ کی اولاد کا ملین شرفاء (سادات) تو اس میں شک نہیں کہ اس لقب اشraf کا زینب کی مذکورہ اولاد پر اطلاق ہو۔

اور امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان حضرات کے تراجم میں بار بار لکھا "الشریف الزینبی" وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اہل مصر کے لفظ شریف کے اطلاقات کے کئی قسم ہیں۔

(i) تمام اہل بیت شریف (سید) ہیں (ii) صرف ذریت رسول (ﷺ) سے لفظ شریف (سید) خاص ہے۔ اس میں زینبیہ (اولاد زینب) بھی شامل ہے لیکن اس سے بھی زیادہ خاص وہ ہیں جو حضور ﷺ سے منسوب ہیں۔ صرف وہی شریف (سید) ہیں یعنی حسنین کی اولاد سے (یہ لفظ) خاص ہے اور بس۔ (۵) اولاد فاطمہ بالا جماع ذوی القربی کے حصہ لینے کے مستحق ہیں۔

(۶) **بِرَّكَۃِ الْحَبَشِ** کے اوقات کی بھی اولاد زینب بالا جماع مستحق ہے۔ حالانکہ **بِرَّكَۃِ الْحَبَشِ** صرف حسنین کی اولاد پر وقف نہ تھی بلکہ اس کے دو حصے

ہوتے تھے، ایک حصہ اولاد الحسنین کو، یہی اشراف کہلاتے، دوسرا حصہ طالبین پر یعنی باقی جملہ (تمام) اولاد علی رضی اللہ عنہم یعنی اولاد ابن الحنفیہ اور اس کے برادران (بھائیوں) کی اولاد، ایسے ہی اولاد جعفر بن ابی طالب اور ذریت عقیل بن ابی طالب۔

(۷) اسی طرح کی وقف کی تقسیم قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدر الدین یوسف الخلوئی سے ۱۲ ربیع الآخر ۶۴۰ھ میں ثابت ہے اور اس کے ساتھ اس کا ثبوت شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام سے ۱۹ ربیع الآخر سن مذکور میں ثابت ہے، ایسے ہی قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدر الدین بن جماعت سے ثابت ہے۔

(ایقظ التامل لابن المتوج)

(۸) کیا سبز لباس سے یہی لقب (سید) مخصوص تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لباس سبز سے لقب کی شرعاً کوئی تخصیص ثابت نہیں، نہ ہی احادیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ زمانہ قدیم میں اس کے متعلق کوئی روایت ملتی ہے بلکہ سبز لباس اشراف (سادات) کے لئے ۳۷۷ھ کی ایجاد ہے، جو ملک اشراف شعبان بن حسین کے حکم سے اس کا آغاز ہوا۔ اس پر شعراء نے طویل قصیدے اور اشعار لکھے۔ جن کا لکھنا تطویل لاطائل (بے سود) ہے۔ ان اشعار میں سے یہ اشعار ابو عبد اللہ بن جابر اندلسی (ناپتا) کے ہیں یہ بزرگ شرح الفیہ کے مصنف اور اعلیٰ و بصیر کے نام سے مشہور تھے

جَعَلُوا الْاَبْنَاءَ الرَّسُولِ عَلَامَةً... اِنَّ الْعَلَامَةَ شَأْنٌ مِّنْ لَّمْ يُشْهَرِ

نُورُ النُّبُوَّةِ فِي وَسِيمِ وَجُوْهِهِمْ... يُغْنِي الشَّرِيفَ عَنِ الطَّرَازِ الْأَخْضَرِ

یعنی ابناء الرسول (اولاد رسول) کی ایک علامت مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ علامت اس کی ہوتی ہے جو غیر مشہور ہو۔ نور نبوت ان کے چہروں سے نمایاں ہے اس علامت سے انہیں سبز لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور ادیب شمس الدین محمد بن ابراہیم الدمشقی نے فرمایا:

أَطْرَافُ تَيْجَانٍ أَتَتْ مِنْ سُنْدُسٍ... خُضِرَ بِأَعْلَامٍ عَلَى الْأَشْرَافِ

وَالْأَشْرَفُ السُّلْطَانُ خَصَّصَهُمْ بِهَا... شَرَفًا لِّيَعْرِفَهُمْ مِنَ الْأَطْرَافِ

یعنی تاج کے کنارے سبز سندس کے ہیں اور یہ نشان اشراف (سادات) کے لئے ہے اور یہ نشان انہیں اشراف سلطان نے ان کی شرافت کے پیش نظر مقرر فرمایا تاکہ زمانہ بھر میں یہ حضرات معروف ہوں۔

فائدہ: ایک فقیہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ علامت بدعتِ مباحہ (جائز بدعت) نہیں اس سے کسی کو روکا جائے کوئی شریف (سید) سبز لباس پہنے یا غیر شریف اور نہ اس کے تارک (چھوڑنے والے) کو اس پر مجبور کیا جائے، وہ شریف (سید) ہو یا غیر شریف کوئی بھی سبز لباس پہنے یا نہ پہنے، نہ کسی کو حکم ہو، نہ کسی کو ممانعت، یہ کوئی شرعی معاملہ نہیں۔ اس لئے کہ تمام لوگ نسب کے لحاظ سے مضبوط ہیں اور ہر ایک قبیلہ کی نسب مشہور و معروف اور ثابت ہے اور لباس کی خاص علامت شرعاً وارد نہیں کہ جس کے لئے اباحت یا ممانعت کا فتویٰ صادر کیا جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بادشاہ مذکور نے اشراف (سادات) کو دوسری اقوام سے امتیاز کے خیال پر یہ حکم جاری کیا تو یہ جائز ہے کہ یہ لباس ان سے خاص ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اولاد کی حیثیت سے منسوب ہیں اور وہ ہیں

اولاد احسنين رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہ بھی جائز ہے کہ اس لباس کو عام رکھا جائے حضور ﷺ کی تمام ذریات کو اگرچہ وہ آپ ﷺ سے منسوب نہیں جیسے زینبیہ وغیرہ اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے ان سے عام کیا جائے جملہ اہل بیت کے لئے جیسے باقی علوی اور جعفری و عقیلی وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: اس کے مخصوص گروہ سے اختصاص کا استدلال آیت قرآنی سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۖ ذٰلِكَ اَدْنٰى

اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ (پارہ ۲۴، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں، یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل علم (علماء کرام) کو مخصوص لباس میں ملبوس ہونا چاہیے مثلاً (۱) **تطویل الاحکام**۔ (پانچ بے رکھنا)

(۲) **دَارَةُ الطَّيْلِسانِ** (چادر وغیرہ لپیٹنا) وغیرہ تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ یہ علماء کرام ہیں اور وہ ان کی تعظیم و تکریم بجالا سکیں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف

علم اسلامی کی وجہ سے ہے اور یہ وجہ حسن (اچھی) ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۹) کیا مسئلہ وصیت للاشراف (سادات) میں اولاد زینب شامل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰) ایسے ہی وقف علی الاشراف (سادات)۔ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اگر واقف (وقف کنندہ) کے کلام میں ان کی تصریح ہو تو پھر دخول و خروج اس کے کلام پر موقوف ہے، نام لے گا تو داخل ہوں گے اور صراحۃً ان کا نام لے کر نفی کرے گا تو داخل نہ ہوں گے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر ان کا دخول و خروج بقاعدہ فقہ اسلامیہ کے وصایا کا دار و مدار عرفِ بلد پر ہے۔ ہم اپنے مصر (شہر) کے عرف کے متعلق فتویٰ دیں گے کہ خلفائے فاطمیین سے لے کر تاحال ہمارا عرف یہ ہے کہ شریف (سید) کا اطلاق صرف اور صرف حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد پر ہوتا ہے اور یہ لقب ان سے خاص ہے، اسی عرف کے مقتضی پر اولاد زینب اس وصیت و وقف میں داخل نہیں ہوگی۔

یہاں پر امام سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالے **العجاجة الزنبيية في السلالة الزينبيية** جو کہ الحاوی للفتاویٰ میں موجود ہے کا ترجمہ ختم ہوا۔^(۱۲)

سوال: **بِرَّكَۃُ الْحُبَشِ** میں تو زینبیہ کے لئے عرف کی ضرورت نہیں تو یہاں عرف کی شرط کیوں؟

جواب: **بِرَّكَۃُ الْحُبَشِ** کے واقف (وقف کنندہ) نے صراحۃً زینبیہ کے داخلہ کی تصریح کی ہے چنانچہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ وقف آدھا اشراف (حسینی و حسینی)

کے لئے ہو دوسرا آدھا طالبین یعنی اولاد علی کے لئے ہو۔

مدینہ کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

پاکستان حال وارد بریڈ فورڈ (یو کے)